سلسلہ: رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: انتیسویں

رسالہ نمبر 8

ازاحۃ العیب بسیف الغیب

عیب کو دُور کرنا غیب کی تلوار سے

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ
ازاحۃ العیب بسیف الغیب
(عیب کو دُور کرنا غیب کی تلوار سے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ، ونصلی علٰی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۴۹: از مدرسہ دیوبند ضلع سہارن پور مرسلہ یکے از اہلسنت نصرہم اللہ تعالٰی بوساطت جناب مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی سلمہ اللہ تعالٰی۔

تسلیمات دست بستہ کے بعد گزارش ہے بندہ اس وقت وہاب گڑھ مدرسہ دیوبند میں مقیم ہے۔

جناب عالی (یعنی جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی) جو جو باتیں آپ نے ان لوگوں کے حق میں فرمائی تھیں وہ سب سچ ہیں سر موفرق نہیں۔ عید کے دن بعد نماز جمیع اکابر علماء، و طلباء و روسا نے مل کر عید گاہ میں بقدر ایک گھنٹہ یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالٰی جارج پنجم بادشاہِ لندن کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے اور اس کے والد کی خدا مغفرت کرے۔ اور جس وقت جارج پنجم ولایت سے بمبئی کو آیا اور مبلغ چوبیس روپیہ کانا برائے خیر مقدم یعنی سلامی روانہ کردیا اور بتاریخ ۱۳ ذی الحجہ ایک بڑا جلسہ کردیا کہ جو چار گھنٹے مختلف علماء نے بادشاہ انگریز کی تعریف اور دعا بیان کیا اور خوشی کے واسطے مٹھائی تقسیم کیا اور عین خطبہ میں بیان کیا کہ امام احمد بن حنبل نے خواب میں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

علیہ وآلہ وسلم کو،امام احمد نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم، میری کتنی عمر باقی ہے؟آپ نے پانچ انگشت اٹھائیں، پھر برائے تعبیر محمد بن سیرین کے پاس آئے انہوں نے فرمایا: **خمس لایعلمھا الّاھو**[1]۔(پانچ اشیاء ہیں جن کو اللہ تعالٰی کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ت)تو معلوم ہوا کہ آپ مطلع علی الغیب نہیں، دوسرا والیدین کی حدیث کو بیان کیا کہ آپ کو نماز میں سہو ہوگیا جب ذوالیدین نے بار بار استفسار کیا اور آپ نے صحابہ سے دریافت کیا تو پھر نماز کو پورا کیا۔اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہوگیا، علم غیب پر اطلاع تو ابھی دور ہے انتہی، یہاں کے لوگ اس قدر بدمعاش ہیں کہ مولوی محمود حسن مدرس اول درجہ حدیث نے مسلم شریف کے سبق میں باب شفاعت اس حدیث میں کہ آپ نے جب تمام مسلمین کی شفاعت کی اور سب کو نجات دے دیا مگر کچھ لوگ رہ گئے یعنی منافقین وغیرہ تو آپ نے انکے واسطے شفاعت کی تو فرشتوں نے منع کردیا کہ تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے کیا کچھ نکالا بعد آپ کے، تو اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر جمعہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔یہ غلط ہے، محض افتراء ہے، علم غیب کا کیا ذکر، اللہ اکبر، ترمذی شریف کے سبق ۱۷۲ صفحہ آخر میں ہے، ایک عورت کے ساتھ زنا ہوگیا اکراہ کے ساتھ تو اس عورت نے ایک شخص پر ہاتھ رکھا، آپ نے اس شخص کو رجم کا حکم فرمایا۔پس دوسرا شخص اٹھا، اس نے اقرار زنا کا کرلیا، پہلے شخص کو چھوڑا اور دورا مرجوم ہوگیا۔آپ نے فرمایا **تاب توبۃ الخ** (اس نے پکی توبہ کی الخ ت)اگر شخص ثانی اقرار نہ کرتا تو پہلے شخص کی گردن اڑادیتے، یہ اچھی غیب دانی ہے۔**ھذا کلہ قولہ** (یہ سب اس کا قول ہے۔ت)اور بھی وقتاً فوقتاً احادیث میں کچھ نہ کچھ کہے بغیر نہیں چھوڑتے۔**اللہ اکبر،معاذ اللہ من شرہ** (اللہ تعالٰی بہت بڑا ہے، اللہ کی پناہ اس کے شر سے، ت)

الجواب:

اللہ عزوجل گمراہی وبے حیائی سے پناہ دے، فقیر نے انباء المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے مختصر جملوں میں ان شبہات اور ان جیسے ہزاروں ہوں تو سب کا جواب شافی دے دیا مگر وہابیہ اپنی خرافات سے باز نہیں آتے اور الدولۃ المکیہ اور اس کی تعلیق الفیوض المکیہ میں بیان امین ہے، میں پھر تذکیر کردوں کہ ان شاء اللہ بار بار سوال کی حاجت نہ ہو اور ذی فہم سُنّی ایسے لاکھ شبہے ہوں تو سب کا جواب خود دے، فقیر نے قرآن عظیم کی آیاتِ قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزولِ اجلال فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو **جمیع ماکان ومایکون**

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹ و ۱۶۴

یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک کی ہر شَے ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ آیاتِ قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلم نہیں ہو سکتی، اگرچہ سنداً صحیح ہو تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم:

اول: وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔

دوم: واقعہ تمامی نزولِ قرآن کے بعد کا ہو۔

سوم: اس دلیل سے راسًا عدم حصولِ علم ثابت ہو کہ مخالف مستدل ہے اور محل ذہول میں اس پر جزم محال، اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اس کا مثبت و مقتضی ہے۔

چہارم: صراحۃً نفی علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا اور اللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کے لیے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ، نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں۔ اللہ عزوجل روزِ قیامت رسولوں کو جمع کرکے فرمائے گا "مَاذَآ اُجِبْتُمْ" تم جو کفار کے پاس ہدایت لے کر گئے انہوں نے کیا جواب دیا، عرض کریں گے "لَا عِلْمَ لَنَا"[2]۔ ہمیں کچھ علم نہیں۔

ان شبہات اور انکے امثال کے رَد کو بھی چار جملے بس ہیں، اور یہاں امر پنجم اور ہے کہ وہ واقعہ روزِ اول سے قیامِ قیامت تک یعنی ان حوادث سے ہو جو لوح محفوظ میں ثبت ہیں کہ انہیں کے احاطہ کا دعوی ہے۔ امور متعلقہ ذات و صفات و ابد وغیرہ نامتناہیات سے ہو تو بحث سے خروج اور دائرہ جنون و سفاہت میں صریح ولوج ہے۔ ان جملوں کے لحاظ کے بعد وہابیہ کے تمام شبہات برباد ہوجاتے ہیں "كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾"[3]۔ (جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہے اب اُسے قیام نہیں۔ت)

اب یہیں ملاحظہ کیجئے:

اولاً: چاروں شبہے امر اوّل سے مردود ہیں ان میں کون سی آیت یا حدیث قطعی الدلالۃ ہے۔

ثانیاً: دوسرا اور چوتھا شبہہ امر دوم سے دوبارہ مردود ہیں کہ یہ ایام نزول کے وقائع ہیں یا کم از کم ان کا بعد تمامی نزول ہونا ثابت نہیں۔

ثالثاً: دوسرا شبہہ امر سوم سے سہ بارہ اور تیسرا دوبارہ مردود ہے، شبہہ دوم میں تو صریح بدیہی یقینی ذہول تھا، نماز فعل اختیاری ہے اور فعل اختیاریہ بے علم و شعور ناممکن مگر وہابیہ

---

[2] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹

[3] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۶

بدیہیات میں بھی انکار رکھتے ہیں۔ذٰلك بانھم قوم یکابرون (یہ اس لیے ہے کہ وہ حق کا انکار کرنے والی قومی ہے۔ت)اور شُبہ سوم کا حال بھی ظاہر، روزِ قیامت کا عظیم ہجوم، تمام اولین وآخرین وانس وجن کا ازدحام، لاکھوں منزل کے دور میں مقام اور حوض وصراط ومیزان پر گنتی شمار کی حد سے باہر، مختلف کام اور ہر جگہ خبر گیراں صرف ایک محمد رسول اللہ سیّد الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والسلام اس سے کروڑویں حصے کا کروڑواں حصہ ہجوم، کارہائے عظیمہ مہمہ اگر ایسے دس ہزار پر ہو جن کی عقل نہایت کامل اور حواس کمال مجتمع اور قلب اعلٰی درجہ کا ثابت تو ان کے ہوش پراں ہوجائیں، آئے حواس گم ہوں یہ تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سینہ پاک ہے جس کی وسعت کے حضور عرش اعظم مع جملہ عوالم صحرائے لق و دق میں بھنگے کے مانند ہیں جسے ان کا رب فرماتا ہے: "اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَۙ[4] "۔ (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔ت) پھر ان عظیم وخارج از حد کاموں کے علاوہ وقت وہ سہمناک کہ اکابر انبیاء ومرسلین نفسی نفسی پکاریں، رب عزوجل اس غضب شدید کے ساتھ تجلّی فرمائے ہو کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوئی نہ اس کے بعد کبھی ہو، پھر ایک مسلمان انہیں اس سے زیادہ پیارا جیسے مہربان ماں کو اکلوتا بچہ، وہ جوشِ ہیبت، وہ کام کی کثرت، وہ وفورِ رحمت، وہ لاکھوں منزل کا دورہ، وہ کروڑوں طرف نظر، سنکھوں طرف خیال، ایسی حالت میں اگر بعض باتیں ذہن اقدس سے اتر جائیں تو عین اعجاز ہے، جس سے بالا صرف علمِ الٰہی ہے وبس۔"ولکن الوھابیۃ قوم لایعقلون" (لیکن وہابی وہ قوم ہیں جنہیں عقل نہیں۔ت)اور اس پر صریح دلیل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو تمام امت کا دکھایا جانا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے تمام امت کے اعمال برابر عرض ہوتے رہنا تو ہے ہی، جس پر احادیثِ کثیرہ ناطق، اگرچہ وہابیہ اپنی ڈھٹائی سے انکار کریں مگر سب سے زیادہ صاف صریح دلیل قطعی یہ ہے کہ آخر روزِ قیامت کچھ لوگوں کی نسبت یہ واقعہ پیش آنے کی حدیث بیان کون فرمارہا ہے، خود حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ہی تو ارشاد فرمارہے ہیں اگر اس ہجوم عظیم، کارہائے خطیر میں ذہول نہ ہوتا تو یہ واقعہ ہی نہ ہوتا تو اس وقت اتنے ذہول سے چارہ نہیں۔"لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ[5]"۔ (تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے۔ت)ولکن الوھابیہ قوم یفرقون (لیکن وہابی تفریق پیدا کرنے والی قوم ہے۔ت)

رابعًا: پہلا شبہہ امر چہارم سے دوبارہ مردود ہے کسی کی مقدار عمر وقتِ موت اسے بتادینا

---

[4] القرآن الکریم ۹۴/ ۱

[5] القرآن الکریم ۸/ ۴۴

غالب اوقات اکثر ناس کے لیے مصلحتِ دینیہ کے خلاف ہے تو ایسے مہمل سوال کے جواب سے اگر اعراض فرمایا اور حوالہ بخدا فرمادیا، کیا مستبعد ہے۔

فائدہ:

یہ انہیں جملوں سے ان چاروں شبہوں کے متعدد رد ہوگئے، اب بتوفیقہ تعالٰی بعض افادیت ذکر نہ کریں کہ وہابیہ کی کمال حالت آفتاب سے زیادہ روشن ہو اور چاروں شبہوں میں ہی ایک پر چار چار رَد ہو جائیں۔

فاقول: وباللّٰہ التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ت)

شبہہ اُولٰی: کے دو رد گزرے امر اول و چہارم سے، ثالثًا حضرات علمائے وہابیہ کی جہالت تماشا کردنی۔ امام احمد بن حنبل نے خواب دیکھا اور امام ابن سیرین سے تعبیر پوچھی۔ اے سبحان اللہ! جھوٹ گھڑے تو ایسا گھڑے، امام ابن سیرین کی وفات سے ساڑھے ترپن (۱/۲۔۵۳) برس بعد امام احمد کی ولادت ہوئی ہے۔ ابن سیرین کی وفات نہم شوال ایک سودس (۱۱۰ھ) کو ہے اور امام احمد کی ولادت ربیع الاول ایک سوچونسٹھ (۱۶۴ھ) میں۔ تقریب میں ہے:

محمد بن سیرین ثقۃ ثبت عابد کبیر القدر مات سنۃ عشر ومائۃ[6]۔	محمد بن سیرین ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بڑی قدر و منزلت والے ہیں، ان کا وصال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

محمد بن سیرین لہ الید الطولٰی فی تعبیر الرؤیا توفی تاسع شوال یوم الجمعۃ سنۃ عشر ومائۃ بالبصرۃ[7]۔	محمد بن سیرین جو کہ خوابوں کی تعبیر میں کامل مہارت رکھتے تھے، نے ۹ شوال ۱۱۰ھ بروز جمعہ میں بصرہ میں وفات پائی۔ت)

تقریب میں ہے:

احمد بن محمد بن حنبل مات احدی واربعین ولہ سبع وسبعون سنۃ[8]۔	امام احمد بن محمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ میں وصال فرمایا جب کہ آپ کی عمر مبارک ۷۷ برس تھی۔(ت)

[6] تقریب التہذیب ترجمہ ۵۹۲۶ محمد بن سیرین دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۸۵

[7] وفیات الاعیان ترجمہ ۵۶۵ محمد بن سیرین دارالثقافۃ بیروت ۴/ ۱۸۲

[8] تقریب التہذیب ترجمہ ۹۶ احمد بن محمد بن حنبل دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۴

وفیات الاعیان میں ہے:

الامام احمد بن حنبل خرجت اُمّہ من مرو وھی حامل بہ فولدتہ فی بغداد فی شھر ربیع الاول سنۃ اربع وستین ومائۃ[9]۔	امام احمد بن حنبل کی والدہ ماجدہ مرو سے نکلیں جبکہ امام احمد ان کے شکم میں تھے، چنانچہ آپ کی والدہ نے آپ کو شہر بغداد میں ربیع الاول شریف ۱۶۴ھ میں جنا۔(ت)

مگر یہ کہیے کہ امام احمد علیہ الرحمہ نے جب کہ اپنے جدامجد کی پشت میں نطفے تھے یہ خواب دیکھا اور امام ابن سیرین نے **ما فی الارحام** (جو رحموں میں ہے۔ت) سے بھی خفی تر غیب **ما فی الاصلاب** (جو پشتوں میں ہے۔ت) کو جانا اور تعبیر بیان کی۔

یوں آپ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی غیب دانی نہ ہوئی تو ابن سیرین کو علم غیب ہوا۔ یہ شاید حضراتِ وہابیہ پر آسان ہو کہ ان کو اوروں کو فضائل سے اتنی عداوت نہیں جتنی اصل اُصول جملہ فضائل یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔

لطیفہ جلیلہ: دیوبندی علماء کی جہالت اپنے قابل ہے، ان کے اکابر کی ان سے بھی بڑھ کر ان کے قابل تھی، عالیجناب امام الوہابیہ مولوی گنگوہی صاحب آنجہانی اپنے ایک فتوے میں اپنی دادِ قابلیت دیتے ہوئے فرماتے ہیں، حسین بن منصور کے قتل پر امام ابویوسف شاگردِ امام ابوحنیفہ جو کہ سیّد العلماء تھے اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جو تمام سلاسل کے مرجع ہیں دونوں نے فتوٰی قتل کا دیا، بجا ہے۔ (حاشیہ: قتل پر قتل کا فتوٰی بھی قابل تماشا ہے، یعنی قتل کو قتل کیا جائے یا قاتل کو۔ ۱۲) در فنِ تاریخ ہم کمالے دارند (فن تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ت)

سیدنا امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات پنجم ربیع الاول یا ربیع الاخر ایک سو بیاسی ہجری (۱۸۲ھ) کو ہے اور حضرت حسین بن منصور حلاج قدس سرہ، کا یہ واقع ۲۳ ذی القعدہ (۳۰۹ھ) تین سو نو ہجری میں، دونوں میں قریب ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) برس کے فاصلہ ہے مگر امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو غیب داں کہیے کہ اپنی وفات سے سوا سو برس بعد کے واقعہ کو جان کر حلاج کے قتل کا پیشگی فتوٰی دے گئے۔ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی میں ہے:

القاضی ابویوسف الامام العلامۃ الفقیہ العراقین صاحب ابی حنیفۃ اجتمع	قاضی ابویوسف امام، علامہ، اہل کوفہ و بصرہ کے فقیہ اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں، تمام مسلمان

[9] وفیات الاعیان ترجمہ ۲۰ احمد بن حنبل دار الثقافۃ بیروت ۱/ ۶۴

علیه المسلمون مات فی ربیع الاٰخر سنة ثنتین و ثمانین ومائة عن سبعین سنة الاسنة وله اخبار فی العلم والسیادة[10]۔	آپ پر متفق ہیں۔آپ نے ماہِ ربیع الثانی ۱۸۲ہجری کو ۶۹ برس کی عمر میں وصال فرمایا۔علم وسیادت میں ان کی متعدد خبریں ہیں۔(ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

کانت ولادة القاضی ابی یوسف سنة ثلث عشرة ومائة وتوفی یوم الخمیس اول وقت الظهر لخمس خلون من شهر ربیع الاول سنة اثنتین وثمانین ومائة ببغداد[11]۔	قاضی ابو یوسف کی ولادت ۱۱۳ھ کو اور وفات ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات بوقتِ اول ظہر بغداد میں ہوئی۔ت)

اسی میں تاریخِ شہادتِ حضرت حلاج میں لکھا:

"یوم الثلثاء لسبع بقین وقیل لست بقین من ذی القعدة سنة تسع وثلثمائة[12]۔	۲۳ یا ۲۴ ذوالقعدہ ۳۰۹ھ بروز منگل(ت)

سلطان اورنگزیب محی الدین عالمگیر انار اللہ تعالٰی برہانہ کی حکایت مشہور ہے کہ کسی مدعیِ ولایت کا شہرہ سن کر اس کے پاس تشریف لے گئے،اس کی عمر طویل بتائی جاتی تھی۔سلطان نے پوچھا۔جناب کی عمر شریف کس قدر ہے؟کہا مجھے تحقیق تو یاد نہیں مگر جس زمانے مین سکندر ذوالقرنین امیر تیمور سے لڑرہا تھا میں جوان تھا سلطان نے فرمایا:علاوہ کشف و کراماتِ درفن تاریخ ہم کمالے دارند(کشف و کرامات کے علاوہ فنِ تاریخ میں بھی کمال رکھتے ہیں۔ت)

دیوبندی صاحبوں نے توترپن چون ہی برس کا بل رکھا تھا،جناب گنگوہی صاحب سوا سو برس سے بھی اونچے اڑ گئے یعنی شملہ بمقدار علم،اس سنت پر قائم ہو کر اگر کوئی دیوبندی یا تھانوی حضرت گنگوہی صاحب کے تذکرہ میں لکھ دیتا کہ عالیجاب گنگوہیت مآب کو ابن ملجم نے غسل دیا اور یزید نے نماز پڑھائی اور شمر نے قبر میں اتارا،تو کیا مستبعد تھا بلکہ وہ اس سے قریب تر ہوتا دو وجہ سے۔

[10] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۲۷۳ /۲۲۶ ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم دارالکتب العلمیہ بیروت ۱ /۲۱۴

[11] وفیات الاعیان ترجمہ ۸۲۴ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراھیم دار الثقافۃ بیروت ۶ /۳۸۸

[12] وفیات الاعیان ترجمہ ۱۸۹ الحاج حسین بن منصور دار الثقافۃ بیروت ۲ /۱۴۵

اوّلاً: ممکن کہ اشتراک اسماء ہو، وفاتِ گنگوہی صاحب کے وقت جو لوگ ان کاموں میں ہوں انکے یہ نام ہوں۔

ثانیاً: بابِ تشبیہ واسع ہے جیسے لکل فرعون موسٰی (ہر فرعون کے مقابلے میں موسٰی ہوتا ہے۔ت) مگر جناب گنگوہی صاحب کے کلام میں کہ امام ابویوسف شاگردِ امام ابوحنیفہ جو سید العلماء تھے کوئی تاویل بنتی نظر نہیں آتی سوااس کے اتنا عظیم جہل شدید یا حضرت امام پر اتنا بیباکانہ افترائے بعید ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز المجید۔

رابعاً: بفرض صحتِ حکایت یہ معبر کی اپنی مقدار علم ہے ممکن کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے عمر ہی بتائی ہو خواہ مجموع خواہ باقی۔ پانچ انگلیوں سے اشارے میں پانچ یا چھ دن یا ہفتے یا مہینے یا برس یا ساٹھ بہتر برس یا تیس سال دس مہینے گیارہ دن یا اکتیس سال چار مہینے چند دن، بارہ احتمال ہیں، کیا دلیل ہے کہ خواب دیکھنے والے کی عمر اگرچہ بفرضِ غلط امام احمد ہی ہوں روزِ خواب سے آخر تک ان میں سے کسی مقدار پر نہ ہوئی امام احمد کی عمر شریف ستتر (۷۷) سال ہوئی، اگر پانچ برس کی عمر میں خواب دیکھا ہو تو سب میں بڑا احتمال بہتر سال ممکن ہے اور باقی زیادہ واضح ہیں، یا اصل دیکھئے تو امام احمد و امام ابن سیرین کا نام تو دیوبندیوں نے بنالیا۔ کیا دلیل کہ واقعی خواب دیکھنے والے کی ساری عمر چار احتمال اخیر سے کسی شمار پر نہ ہوئی خواب دیکھنے والے کی تاریخ اور دیکھنے والے کی تاریخ ولادت وفات یہ سب صحیح طور پر معلوم ہوئیں اور ثابت ہو کہ اس کی مجموع عمر و باقی عمر کوئی ان میں سے کسی احتمال پر ٹھیک نہیں آتی، اس وقت اس کہنے کی گنجائش ہو کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے اس سے مقدارِ عمر کی طرف اشارہ نہ فرمایا، اور جب کہ ان میں سے کچھ ثابت نہیں تو ممکن کہ حضور حضور نے عمر ہی بتائی ہو معبر کو اس کے جاننے کی طرف راہ نہ تھی لہٰذا اپنی سمجھ کے قابل اسے غیوبِ خمسہ کی طرف پھیر دیا، دیوبندیوں کو تو شاید اس اشارے میں یہ بارہ احتمال سمجھنے بھی دشوار ہوں حالانکہ وہ نہایت واضح ہیں اور ان کے سوا اور دقیق احتمام بھی تھے کہ ہم نے ترک کردیئے۔

شبہہ ثانیہ: کے تین رَد گزری امر اول و دوم و سوم سے۔ رابعاً دیوبندیوں کی عبارت کہ آپ کے علم مشاہدہ میں نقصان ثابت ہو گیا علم غیب پر اطلاع تو ابھی دور ہے جس ناپاک وبیباک طرز پر واقع ہوئی اس کا جواب تو اِن شاء اللہ تعالٰی روزِ قیامت ملے گا مگر ان سفیہوں کو دین کی طرح عقل سے بھی مس نہیں، امر اہم و اعظم و اجل و اعلٰی میں اشتغال بارہا امر سہل سے ذہول کا باعث ہوتا ہے، ایسی جگہ اس کے ثبوت سے ہی اس کا انتفا ہوتا ہے نہ کہ اس کی نفی سے اس کی نفی پر استدلال کیا جائے۔ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون (لیکن وہابی جاہل قوم ہے۔ت)

شبہہ ثالثہ: کے دو ۱رد گزرے امر اول و سوم سے۔

ثالثًا: یہ حدیث جس طرح دیوبندی نے بتائی صریح افترا ہے، نہ صحیح مسلم میں کہیں اس کا پتا ہے۔

رابعًا: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر اعمالِ اُمت پیش کیے جانے کو غلط و محض افترا کہنا غلط و محض افترا ہے۔ بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح جیدّ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیرلکم تحدثون ونحدث لکم ،ووفاتی خیر لکم تعرض علیّ اعمالکم فمارأیت من خیر حمدت اللہ علیہ ومارأیت من شر استغفرت اللہ لکم[13]۔	میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تم سے باتیں کرتے ہیں، اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے جب بھلائی دیکھوں گا حمدِ الٰہی بجالاؤں گا اور جب برائی دیکھوں گا تمہاری بخشش چاہوں گا۔ (ت)
اللھم صل وسلم وبارك علیہ صلوۃ تکون لك ولہ رضاء ولحقہ العظیم اداء اٰمین۔	اے اللہ ! درود و سلام اور برکت عطا فرما آپ پر ایسا درود جو تیری اور ان کا رضا کا ذریعہ ہو اور اس سے انکے عظیم حق کی ادائیگی ہو۔ آمین۔ (ت)

مسند حارث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثون وتحدث لکم فاذا انامت کانت وفاتی خیرا لکم تعرض علیّ اعمالکم فان رأیت خیرا حمدت اللہ وان رأیت شرا ذٰلك استغفرت اللہ لکم[14]۔	میری جینا تمہارے لیے بہتر ہی مجھ سے باتیں کرتے ہو اور ہم تمہارے نفع کی باتیں تم سے فرماتے ہیں، جب میں انتقال فرماؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے خیر ہوگی، تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جائیں گے اگر نیکی دیکھوں گا حمد الٰہی کروں گا اور دوسری بات پاؤں گا تو تمہاری مغفرت طلب کروں گا۔

---

[13] البحر الزخار المعروف بمسند البزار حدیث ۱۹۲۵ مکتبہ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۵/ ۳۰۸و۳۰۹

[14] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر ما قرب الرسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم من اجلہ دار صادر بیروت ۲/ ۱۹۴

ف: حدیث کے مذکورہ بالا الفاظ طبقات ابن سعد میں بکر بن عبداللہ مزنی سے منقول ہے۔

اللھم صل وسلم وبارك علیه قدر رأفته ورحمة بامته ابدا امین۔	اے اللہ! آپ پر ہمیشہ اس قدر درود وسلام اور برکت نازل فرما جس قدر آپ اپنی امت پر مہربان ہیں، آمین (ت)

ابن سعد طبقات اور حارث مسند میں اور قاضی اسمٰعیل بہ سند ثقات بکر بن عبدالبرمزنی سے مرسلًا راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

حیاتی خیر لکم تحدثونی ونحدث لکم فاذا انا مت کانت وفاتی خیرالکم تعرض علی اعمالکم فان رأیت خیر احمدت اللہ وان رأیت شرا استغفرت لکم [15]۔ اللھم صل وسلم وبارك علٰی ھذا الحبیب الذی ارسلته رحمة وبعثته نعمة وعلٰی اله وصحبه عدد کل عمل وکلمة امین۔	میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے، جو نئی بات تم سے واقع ہوتی ہے ہم اس کا تازہ علاج فرماتے ہیں جب میں انتقال کروں گا میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی تمہارے اعمال میرے حضور معروض ہوں گے میں نیکیوں پر شکر اور بدی پر تمہارے لیے استغفار فرماؤں گا۔ اے اللہ تعالٰی! تمام اعمال اور تمام کلمات کی تعداد کے مطابق درود و سلام اور برکت نازل فرما اس حبیب پر جسے تو نے رحمت اور نعمت بنا کر بھیجا ہے، آمین۔ (ت)

امام ترمذی محمد بن علی والدِ عبدالعزیز سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین ویوم الخمیس علی اللہ تعالٰی وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامھات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتھم وتزداد وجوھھم بیضا ونزھة فاتقوا	ہر دوشنبہ وپنجشنبہ کو اعمال اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور ہر جمعہ کو انبیاء اور ماں باپ کے سامنے، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور انکے چہروں کی نورانیت اور چمک بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنی بداعمالیوں

[15] کنز العمال بحوالہ ابن سعد عن بکر بن عبداللہ مرسلًا حدیث ۳۱۹۰۳ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۰۷، الجامع الصغیر بحوالہ ابن سعد عن بکر حدیث ۳۷۷۱ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۲۲۹

اللہ تعالٰی ولاتؤذوا موتاکم[16]۔ اللھم وفقنا لما ترضاہ ویرضاہ نبینّا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تزداد وجوہ اٰبائنا وامھاتنا بیاضا واشراقا اٰمین۔	سے ایذا نہ دو۔ اے اللہ! ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جن پر تُو اور ہمارا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خوش ہوں اور ان سے ہمارے ماں باپ کے چہروں کی نورانیت اور چمک میں اضافہ ہو، آمین۔ (ت)

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اعمال امتی تعرض علیّ فی کلّ یوم جمعۃ، واشتد غضب اللہ علی الزناۃ[17]۔	بے شک ہر جمعہ کے دن میری امت کے اعمال مجھ پر ہوتے ہیں اور زانیوں پر خدا کا سخت غضب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

امام اجل عبداللہ بن مبارک سعید بن میسّب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی:

لیس من یوم الاتعرض فیہ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیعرفھم بسیماھم واعمالھم[18]۔	کوئی دن ایسا نہیں جس میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم وآلہ وسلم پر ان کی اُمّت کے اعمال صبح و شام دو دفعہ پیش نہ ہوتے ہوں تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم انہیں ان کی نشانی صورت سے بھی پہچانتے ہیں اور ان کے اعمال سے بھی، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے:

وذٰلک کل یوم کما ذکرہ المؤلف وعدہ من خصوصیاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تعرض علیہ ایضا مع الانبیاء	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں پیشی تو ہر روز ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے ذکر فرمایا اور اسے حضور کے خصائص سے گنا اور ہر دو شنبہ و پنجشنبہ کو بھی حضور صلی اللہ تعالٰی

[16] نوادر الاصول الاصل السابع واستون والمائۃ الخ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

[17] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۵۸ عمران القصیر دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۷۹

[18] کتاب الزھد باب فی عرض عمل الاحیاء علی الاموات حدیث دار الکتب العلمیہ بیروت الجزء الرابع ص ۴۲

والاباء یوم الاثنین والخمیس [19] قالہ تحت حدیث ابن سعد المذکور، واللہ تعالٰی اعلم۔	علیہ وآلہ وسلم پر اعمالِ امت انبیاء اور آباء کے ساتھ پیش ہوتے ہیں۔(یہ بات امام مناوی نے حدیث ابن سعد مذکور کے تحت فرمائی ہے، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ت)

اس طرح بارگاہِ حضور میں اعمالِ اُمّت کی پیشی روزانہ ہر صبح وشام کو الگ ہوتی ہے پھر ہر دو شنبہ اور پنجشنبہ کو جدا، پھر ہر جمعہ کو ہفتہ بھر کے اعمال کی پیشی جدا۔ بالجملہ دیوبندیوں کا اسے غلط وافترائے محض کہنا محض اسی بناپر ہے کہ فضائلِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے جلتے ہیں، صحیح حدیثوں کو کیامانیں جب قرآن عظیم ہی سے بچ کر نکلتے ہیں، اوندھے چلتی ہیں،

"فَبِاَیِّ حَدِیۡثٍۭ بَعۡدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۶﴾ "[20]۔ (پھر اللہ اور اس کی آیتوں کو چھوڑ کر کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔ت)

شبہہ رابعہ: کے دو ٢رد گزرے امر اول ودوم سے۔

ثالثاً: حدیث ترمذی، جس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم پر شدید اعتراض جمانا چاہا

"وَ سَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾ "[21]۔ (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) اصول محدثین پر محل کلام اور اصولِ دین پر قطعًا حجیت سے ساقط ہے، ترمذی کے یہاں اس کے لفظ یہ ہیں۔

حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماك بن حرب عن علقمة بن وائل الکندی عن ابیه ان امرأة خرجت علٰی عهد النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ترید الصلوة فتلقاها رجل فتجللها فقضی حاجته منها فصاحت فانطلق ومر علیها رجل فقالت ان ذٰلك الرجل فعل بی کذاوکذا، ومرت بعصابة	علقمہ بن وائل کندی اپنے باپ (وائل) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے عہد اقدس میں ایک عورت نماز پڑھنے کے لیے نکلی تو اسے ایک مرد ملا جس نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے اپنی حاجت پوری کی وہ عورت چیخی تو وہ شخص چلاگیا، ایک اور شخص اس عورت کے پاس سے گزرا تو اس عورت نے کہا کہ اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔ اور وہ خاتون مہاجرین کی

[19] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث حیاتی خیرلکم مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۰۲

[20] القرآن الکریم ۴۵/ ۶

[21] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

من المهاجرين فقالت ان ذالك الرجل فعل بي كذا كذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذي ظنت انه وقع عليها واتوها فقالت نعم هو هذا فاتوا به رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلما امر به لرجم قام صاحبها الذي وقع عليها فقال يارسول الله انا صاحبها فقال لها اذهبي فقد غفر الله لك،وقال للرجل قولًا حسنًا،وقال للرجل الذي وقع عليها ارجموه وقال لقد تاب توبة لوتابها اهل المدينة لقبل منهم ،هذا حديث حسن غريب صحيح،و علقمة بن وائل بن حجر سمع من ابيه وهواكبر من عبد الجبار بن وائل وعبدالجبار بن وائل لم يسمع من ابيه[22]۔	ایک جماعت کے پاس سے گزری اور کہا اس مرد نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا ہے۔وہ لوگ گئے اور اس مرد کو پکڑ لائے جس کے بارے میں اس خاتون نے گمان کیا تھا کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے،جب وہ اسے خاتون کے پاس لائے تو اس نے کہا ہاں یہ وہی ہے،چنانچہ وہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے پھر جب آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تو وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زنا کیا تھا اور عرض کی کہ یارسول اللہ ! میں نے اس کے ساتھ زنا کیا ہے،چنانچہ آپ نے اس عورت سے فرمایا: جا اللہ تعالٰی نے تیری مغفرت کردی،اور پہلے مرد سے اچھا کلام فرمایا اور دوسرے مرد جس نے حقیقۃً زنا کیا تھا کہ بارے میں فرمایا کہ اس کو سنگسار کردو پھر فرمایا اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام اہل مدینہ یہ توبہ کرتے تو ان سے قبول کرلی جاتی۔یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے،علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سماعت کی ہے اور وہ عبدالجبار بن وائل سے بڑے ہیں عبدالجبار نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سُنا۔ت)

(ا) وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے،امام یحیٰی بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتی ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا، میزان میں ہے:

علقمة بن وائل بن حجر صدوق الا ان	علقمہ بن وائل بن حجر صدوق ہے مگر یحیٰی بن معین

[22] جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی المراۃ اذا استکرھت علی الزنا امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۵

یحیی بن معین یقول فیہ روایۃ عن ابیہ مرسلۃ[23]۔	کہتے ہیں کہ اس کی روایت اپنے باپ سے مرسل ہے۔(ت)

تقریب میں ہے:

علقمۃ بن وائل صدوق الا انہ لم یسمع من ابیہ[24]۔	علقمہ بن وائل صدوق ہے مگر اپنے باپ سے اس نے کچھ نہ سنا۔(ت)

(۲) پھر سماک بن حرب میں کلام ہے، تقریب میں ہے:

قد تغیر باخبرہ فکان ربما یلقن[25]۔	آخر عمر میں وہ متغیر ہوگئے تھے چنانچہ بسا اوقات انہیں تلقین کی جاتی تھی۔(ت)

امام نسائی نے اس کے باب میں یہ فیصلہ کیا کہ جس حدیث کے تنہا وہی راوی ہوں حجت نہیں۔ میزان میں ہے:

قال النسائی اذا انفرد باصل لم یکن بحجۃ لانہ کان یلقن فیتلقن[26] اھ وقد انقد الحافظ علی الترمذی تصحیحاتہ بل وتحسیناتہ کما بیناہ فی مدارج طبقات الحدیث وغیرھا من تصانیفنا۔	نسائی نے کہا جس حدیث میں علقمہ منفرد ہو وہ حجت نہیں کیونکہ انہیں بات سمجھائی جاتی تب وہ سمجھتے اور حافظ نے ترمذی پر اس کی تصحیحات بلکہ اس کی تحسینات پر تنقید کی، جیسا کہ ہم نے اپنی تصانیف مدارج طبقات الحدیث وغیرہ میں اس کو بیان کیا ہے۔(ت)

اور اس پر ظاہر کہ اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔

(۳) ابوداؤد نے یہ حدیث بعینہٖ اسی سند سے روایت کی اور اسی میں یہ لفظ **لیرجم** (کہ اسے رجم کیا جائے۔(ت) جو منشاء اعتراض وہابی ہے، اصلاً نہیں، اس کی سند یہ ہے:

حدثنا محمد بن یحیی بن فارس	ہمیں حدیث بیان کی محمد بن یحیٰی بن فارس نے وہ

[23] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۷۶۱ علقمہ بن وائل دار المعرفۃ بیروت ۳ /۱۰۸

[24] تقریب التہذیب ترجمہ ۴۷۰۰ علقمہ بن وائل دار الکتب العلمیہ بیروت ۱ /۶۸۷

[25] تقریب التہذیب ترجمہ ۲۶۳۲ علقمہ بن وائل دار الکتب العلمیہ بیروت ۱ /۳۹۴

[26] میزان الاعتدال ترجمہ ۳۵۴۸ سماك بن حرب دار المعرفۃ بیروت ۲ /۲۳۳

نا فریابی نا اسرائیل نا سماك بن حرب عن علقمة بن وائل عن ابیه[27]۔	کہتے ہیں ہمیں فریابی نے وہ کہتے ہیں ہمیں اسرائیل نے وہ کہتے ہیں ہمیں سماک بن حرب نے علقمہ بن وائل سے انہوں نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی۔(ت)

اور محل احتجاج میں لفظ صرف یہ ہیں:

فقالت نعم ھو ھذا فاتوا به رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فلما امر به قام صاحبها الذی وقع علیها فقال رسول اللہ انا صاحبها[28]۔	اس عورت نے کہاں ہاں یہ وہی ہے چنانچہ وہ لوگ اس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔جب آپ نے اس کے بارے میں حکم دیا تو وہ شخص کھڑا ہوگیا جس نے فی الواقع اس عورت سے زناء کیا تھا اور عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم میں نے اس کے ساتھ زناء کیا ہے۔(ت)

آخر میں:

قال ابوداؤد رواہ اسباط بن نصر ایضا عن سماك[29]۔	ابوداؤد نے کہا اس کو اسباط بن نصر نے بھی سماک سے روایت کیا ہے۔(ت)

یہاں امر بہ مطلق ہے ممکن کہ تحقیقات کے لیے حکم فرمایا یہ بھی سہی کہ بقدرِ حاجت کچھ سخت گیری کرو قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہو اقرار کرے کہ شرعًا متہم کی تعزیر جائز ہے۔جامع ترمذی میں حسن بن معاویہ بن خیدہ قشیری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

حدثنا علی بن سعید الکندی ثنا ابن المبارك عن معمر عن بھز بن حکیم عن ابیه عن جدہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم حبس	ہمیں حدیث بیان کی علی بن سعید کندی نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن مبارک نے انہوں نے معمر سے انہوں نے بہز بن حکیم سے انہوں نے بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو

[27] سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیئ فیقر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵
[28] سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیئ فیقر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۵
[29] سنن ابی داؤد کتاب الحدود باب فی صاحب الحد یجیئ فیقر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۴۶

رجلافی تهمة ثم خلی عنه" قال الترمذی وفی الباب عن ابی هریرة حدیث بهز عن ابیه عن جده حدیث حسن، وقدروی اسمعیل بن ابراهیم عن بهزبن حکیم هذا الحدیث اتم من هذا واطول اھ[30] قلت سندالترمذی حسن، علی وبهزوحکیم کلهم صدوق ما اشارالیه من روایة اسمعیل بن ابراهیم فقدرواها ابن ابی عاصم فی کتاب العفو، قال حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة ثناء ابن عُلیة عن بهزعن ابیه عن جده ان اخاه اتی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال جیرانی علی ما اخذوا فاعرض عنه فاعاد قوله فاعرض عنه وساق القصة قال فی اخرها خلواله عن جیرانه[31]۔	کسی تہمت میں محبوس فرمایا پھر چھوڑ دیا۔اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت ہے۔بہز کی حدیث بواسطہ اپنے باپ اپنے دادا سے حسن ہے۔ تحقیق اسمٰعیل بن ابراہیم نے بہز بن حکیم سے اس حدیث کو اتم واطول روایت کیا ہے۔اھ میں کہتا ہوں ترمذی کی سند حسن ہے، علی، بہز اور حکیم تمام صدوق ہیں۔اسمٰعیل بن ابراہیم کی روایت سے جس حدیث کی طرف ترمذی نے اشارہ کیا ہے۔ اس کو ابن ابی عاصم نے کتاب العفو میں روایت کیا، کہا کہ ہمیں حدیث بیان کی ابوبکر بن ابی شیبہ نے انہوں نے کہا ہمیں حدیث بیان کی ابن علیہ نے انہوں نے بہز سے انہوں نے بہز سے انہوں نے بواسطہ اپنے آپ کے اپنے دادا سے روایت کی کہ اُن کے بھائی نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میری پڑوسی کس بنیاد پر پکڑے گئے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ان سے اعراض فرمایا۔انہوں نے بات دہرائی، آپ نے پھر اعراض فرمایا، اور پورا قصہ بیان کیا، اس کے آخر میں ہے کہ آپ نے فرمایا اس کی خاطر اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔(ت)

(۴) امام بغوی نے مصابیح میں یہ حدیث ذکر کی اور اس میں سرے سے دوسرے شخص کا جس پر غلطی سے تہمت ہوئی تھی قصہ ہی نہ رکھا، مصابیح کے لفظ یہ ہیں:

عن علقمة بن وائل عن ابیه	علقمہ بن وائل اپنے باپ وائل سے راوی ہیں کہ

[30] جامع الترمذی ابواب الدیات باب ماجاء فی الحبس فی التهمة امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۰

[31] حدیث بالمفهوم سنن ابی داؤد کتاب القضاء ۲/ ۱۵۵ ومسند احمد بن حنبل ۵/ ۴

ان امرأة خرجت علی عهد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ترید الصلوة فتلقاها رجل فتجللها فقضی حاجته منها فصاحت صحیة وانطلق ومرت بعصابة من المهاجرین فقالت ان ذلك فعل بی کذاو کذا، فاخذوا الرجل فاتوا به رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال لها اذهبی فقد غفر الله لك وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموه و قال لقد تاب توبة لوتابها اهل المدینة لقبل منهم [32]۔	ایک عورت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نماز کے ارادہ سے نکلی تو ایک مرد اسے ملا جو اس پر چھا گیا۔اس نے عورت سے اپنی حاجت پوری کرلی۔وہ چیخی تو وہ مرد چلا گیا،مہاجرین کی ایک جماعت وہاں سے گزری تو وہ عورت بولی کہ اس شخص نے مجھ سے ایسا ایسا کیا ہے۔لوگوں سے اس شخص کو پکڑ لیا پھر اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے تو حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے اس عورت سے فرمایا تو جا تجھے اللہ تعالٰی نے بخش دیا ہے۔اس شخص کے بارے میں فرمایا جو اس پر چھا گیا تھا کہ اسے رجم کردو،اور فرمایا یقیناً اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر یہ توبہ سارے مدینہ والے کرتے تو ان کی توبہ قبول ہو جاتی۔

یہ بالکل وبے دغدغہ ہے، مشکوۃ میں اسے ذکر کرکے کہارواہ الترمذی وابوداؤد[33] (اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا۔ت)۔

(۵) اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد پر زنا کی تہمت رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلًا کوئی شہادت معائنہ گزرے تو چار درکنار ایک گواہ بھی نہ ہو تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو روا ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم وقتل کا حکم دے دے، حاشا ہرگز نہیں، ایسا حکم قطعًا، یقینًا، اجماعًا قرآن عظیم وشریعتِ مطہرہ کے بالکل خلاف اور صریح باطل وظلم وخونِ انصاف ہے، اس سے کوئی شخص انکار

[32] مصباح السنة کتاب الحدود حدیث ۲۶۵۵ دار الکتب العلمیة بیروت ۲/ ۱۱۲

[33] مشکوۃ المصابیح کتاب الحدود، الفصل الثانی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۳۱۲

نہیں کر سکتا،اور یہاں اسی قدر واقعہ تھا ہمارے ائمہ کے یہاں مقبول ہے مگر انقطاع باطن باجماعِ علماء مردود و باطل و مخذول ہے اگرچہ کیسی ہے سند لطیف و صحیح سے آئے نہ کہ یہ سند کہ بوجوہ محلِ نظر ہے،سماک کے سوا اسرائیل میں بھی اختلاف ہے اگرچہ راجح توثیق ہے۔امام علی مدینی نے فرمایا:**اسرائیل ضعیف**[34]۔(اسرائیل ضعیف ہے۔ت)ابن سعد نے کہا:**منھم من یستضعفہ**[35]۔(اُن میں سے بعض اُسی ضعیف قرار دیتے ہیں۔ت)یعقوب بن شیبہ نے کہا:**صالح الحدیث وفی حدیثہ لین**[36](صالح الحدیث ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے۔ت)میزان میں ہے:**کان یحیی القطان لایرضاہ**[37]۔(یحیٰی قطان اُسے پسند نہ کرتے تھے۔ت)
ابن حزم نے کہا:ضعیف،اوران کی متابعت کہ اسباط بن نصر نے کی،ان کا حال تو بہت گرا ہوا ہے۔تقریب میں کہا:

صدوق کثیر الخطایغرب اھ[38]۔ **اما ماحاول بہ التفصی عنہ فی حامش نسخۃ الطبع اذ قال لعل المراد فلما قارب ان یامر بہ وذلك قالہ الراوی نظر الٰی ظاھر لا مرحیث انھم احضروہ فی المحکم عند الامام والامام اشتغل بالتفتیش عن حالہ اھ**[39]۔ **فاقول:لایجدی نفعا**	صدوق ہے بہت خطا کرتا ہے نوادرات بیان کرتا ہے۔اھ(ت) مطبوعہ نسخے کے حاشیے میں مُحشی نے یوں کہہ کر اشکال سے بچنے کا ارادہ کیا ہے کہ شاید مراد اس سے یہ ہو کہ جب اپ رجم کا حکم دینے کے قریب ہوئے اور راوی نے ظاہر امر کو دیکھتی ہوئے یہ کہہ دیا کہ آپ نے رجم کا حکم دیا۔اس لیے کہ لوگوں نے اُس شخص کو امام کے پاس کچہری میں پیش کیا اور امام اس کے حال کی تفتیش میں مشغول ہوئے۔اھ(ت) **فاقول:**(تومیں کہتا ہوں)یہ کچھ نفع نہیں

[34] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۹
[35] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۹
[36] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۹
[37] میزان الاعتدال ترجمہ ۸۲۰ اسرائیل بن یونس دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۰۹
[38] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۲۱ اسباط بن نصر دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۷۶
[39] جامع الترمذی باب الحدود باب ماجاء فی المراۃ اذا استکرھت علی الزناء(حاشیہ)امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۵

فان الاشتغال بالتفتیش لایفھم قرب الامر بالرجم مالم یکن ھناك شیئ یثبتہ وماکان ھناك شھود ولااقرار وما کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیامر بقتل مسلم من دون ثبت فکیف یظھر للناظر قرب الامر بالرجم رجما بالغیب بل نسبۃ مثل ھذا ا الفھم الرکیك الباطل الذی یترفع عنہ احاد الناس الی الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم ادعاء انھم اعتمدوا علیہ کل الاعتماد حتی نسبوا الامر بالرجم الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ازراء بالصحابۃ وھو یرفع الامان عن روایاتھم ،و لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔	دیتا کیونکہ تفتیش میں مشغول ہونے سے رجم کا حکم دینے کے قریب ہونا نہیں سمجھا جاتا جب تک وہاں اس کو ثابت کرنے والی کوئی شے نہ پائی جائے، جب کہ وہاں نہ گواہ ہیں نہ اقرار اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم بغیر ثبوت کے کسی مسلمان کے قتل کا حکم نہیں دیتے تو ناظر پر محض تخمینے سے امرِ رجم کیسے ظاہر ہوگیا، بلکہ ایسے باطل و رکیک فہم جس سے عام لوگ بھی منزہ ہوں کی نسبت صحابہ کرام کی طرف کرنا پھر یہ دعوت کرنا کہ انہوں نے اس پر مکمل اعتماد کرلیا اور امرِ رجم کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا صحابہ کرام پر جسارت ہے اور یہ ان کی روایت سے امان کو اٹھادے گا۔ بُلندی وعظمت والے معبود کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت ہے۔(ت)

رابعًا: یہ سب علم ظاہر کے طور پر تھا اور علم حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابل تماشا ہے وہ حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے علوم غیب پر روشن دلیل ہے اس کو الٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں، اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو شریعت و حقیقت دونوں کا حکم بنایا حضور کے احکام شریعتِ ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقتِ باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔ ابن ابی شیبہ وابویعلی وبزار وبیہقی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال ذکروا رجلا عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکروا قوتہ فی الجھاد واجتھادہ فی العبادۃ فاذا ھم بالرجل مقبل فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و الہ وسلم انی لاجدفی وجھہ سفعۃ من الشیطان فلمادنی فسلم فقال لہ	صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے، اتنے میں وہ سامنے سے گزرا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اس کے چہرے پر شیطان کا داغ پاتا ہوں۔ اس نے پاس آکر سلام کیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل حدثت نفسك بانہ لیس فی القوم احد خیر منک؟ قال نعم، ثم ذھب فاختط مسجدا و وقف یصلی، فقال رسول اللہ ایکم یقوم فیقتلہ ؟ فقام ابوبکر فانطلق، فوجدہ یصلی، فرجع، فقال وجدتہ قائمًا یصلی، نھبت ان اقتلہ ؟ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ایکم یقوم فیقتلہ؟ فقال عمر فصنع کما صنع ابوبکر، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ایکم یقوم فیقتلہ؟ فقال علی انا قال انت ان ادرکتہ فذھب فوجدہ قد انصرف فرجع، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا اول قرن خرج فی امتی لوقتلتہ ما اختلف اثنان بعدہ من امتی[40]	علیہ وآلہ وسلم نے اس کے دل کی بات بتائی کہ کیوں تو نے اپنے دل میں کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں۔ کہا ہاں، پھر چلا گیا اور ایک مسجد مقرر کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہوا، حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کردے؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے، دیکھا وہ نماز پڑھتا ہے واپس آئے اور عرض کیا کہ میں نے اسے نماز میں دیکھا مجھے قتل کرتے خوف آیا۔ حضور نے پھر فرمایا تم میں کون ایسا ہے کہ اٹھ کر جائے اور اُسے قتل کردے؟ فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی عذر کیا۔ حضور نے پھر فرمایا۔ تم میں کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کردے؟ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی میں حضور نے فرمایا: ہاں تم اگر اسے پاؤ۔ یہ گئے وہ جاچکا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میری امت سے پہلی سینگ نکلا تھا اگر یہ قتل ہو جاتا تو آئندہ امت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی، ارشاد ہوا اسے قتل کردو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا: خیر ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کی اور قطع کیا گیا، سہ بارہ زمانہ صدیق اکبر میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا۔ چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا۔ پانچویں بار پھر چرایا۔

[40] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماروی فی اخبارہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل الذی وصف الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۲۸۷و۲۸۸، مسند ابو یعلٰی عن انس حدیث ۳۶۵۶و۴۱۱۳و۴۱۲۸ مؤسسۃ علوم القرآن بیروت ۸/۴تا۱۰و۱۵۴و۱۵۵و۱۶۲، کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب اہل البغی باب علامتھم وعبادتھم مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۳۶۰

صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تیری حقیقت خوب جانتے تھے جب کہ اول ہی بار تیرے قتل کا حکم فرمایا تھا تیرا وہی علاج ہے جو حضور کا ارشاد تھا۔ لے جاؤ اسے قتل کردو۔ اب قتل کیا گیا۔

ابویعلی اور شاشی اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں، ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں محمد بن حاطب اور حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح ان کے بھائی حارث بن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلص فامر بقتلہ فقیل انہ سرق فقال اقطعوہ ثم جیئ بہ بعد ذٰلك الی ابی بکر وقد قطعت قوائمہ فقال ابوبکر ماأجدلك شیئا الاماقضی فیك رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوم امر بقتلك فانہ کان اعلم بك فامر بقتلہ[41]۔	کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا آپ نے فرمایا اس کو قتل کردو، عرض کی گئی کہ اس نے چوری ہی تو کی ہے، فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دو پھر اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹے جاچکے تھے۔ تو آپ نے فرمایا میں اس کے بغیر تیرا علاج نہیں جانتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تیرے بارے میں فیصلہ فرمایا تھا کہ اس کو قتل کردو وہ تیرا حال خوب جانتے تھے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ (ت)

صحیح مستدرک کے لفظ حارث بن حاطب سے یہ ہیں:

ان رجلا سرق علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتی بہ فقال اقتلوہ فقالوا انما سرق، قال فاقطعوہ ثم سرق ایضا فقطع	ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں چوری کی اُسے آپ کی بارگاہ میں لایا گیا آپ نے فرمایا۔ اس کو قتل کردو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے، فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ اس

[41] کنز العمال بحوالہ ع والشاشی طب ك ص حدیث ۱۳۸۶۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۵/ ۵۳۸

ثم سرق علی عهد ابی بکر فقطع، ثم سرق فقطع، حتّی قطعت قوائمه، ثم سرق الخامسة فقال ابو بکر رضی الله تعالٰی عنه کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اعلم بھٰذا حیث امر بقتله اذهبوا به فاقتلواه [42] ۔	نے پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ زمانہ صدیقی میں پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے پانچویں مرتبہ اس نے پھر چوری کرلی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اس کا حال خوب جانتے تھے جب کہ آپ نے پہلی مرتبہ ہی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔ اس کو لے جاؤ اور قتل کردو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے علومِ غیب ہی کی بنا پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحقِ قتل نہ تھے۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی سلمہ اللہ تعالٰی خصائص کبرٰی شریف میں فرماتے ہیں:

باب ومن خصائصه صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه جمع بین القبلتین والهجرتین وانه جمعت له الشریعة والحقیقة ولم یکن للانبیاء الا احدهما بدلیل قصة موسٰی مع الخضر علیهما الصلوة و السلام وقوله انی علی علم من علم الله لاینبغی لك ان تعلمه وانت علی علم من علم الله تعالٰی لاینبغی لی ان اعلمه	باب اور حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ دو قبلوں اور دو ہجرتوں کے جامع ہیں۔ اور یہ کہ آپ کے لیے شریعت وحقیقت کو جمع کردیا گیا۔ دیگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں سے کسی میں یہ دونوں وصف جمع نہ ہوئے بلکہ وہ صرف ایک وصف کے ساتھ متصف ہوئے۔ اس کی دلیل سیّدنا موسٰی علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ ہے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کا وہ قول کہ آپ نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہا: میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسے علم کا حامل

[42] المستدرك للحاکم کتاب الحدود حکایة سارق قتل فی الخامسة دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۲

وقد كنت قلت هذا الكلام اولا استنباطامن هذا الحديث من غير ان اقف عليه فی كلام احد من العلماء ثم رأيت البدربن المصاحب اشاراليه فی تذكرته ووجدت من شواهده حديث السارق الذی امر بقتله والمصلی الذی امر بقتله وقد تقدم فی باب الاخبار بالمغيبات۔	ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں اور آپ کو منجانب اللہ ایسا علم عطا ہوا جس کو جاننا مجھے مناسب نہیں۔(امام سیوطی فرماتے ہیں) میں پہلے یہ بات حدیث سے استنباط کرکے کہا کرتا تھا بغیر اس کے کہ میں اس بارے میں کسی عالم کے کلام پر مطلع ہوتا۔اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بدر بن المصاحب نے اپنے تذکرہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔اور میں نے اس کے شواہد میں وہ حدیث پائی جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک چور کو قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ حدیث کہ جس میں آپ نے ایک نمازی کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا،دونوں مذکورہ حدیثیں اس سے قبل الاخبار بالمغیبات کے باب میں گزر چکی ہیں۔
زيادة ايضاح لهذاالباب: فقد اشكل فهمه علی قوم ولو تأملوا لاتضح لهم المراد بالشريعة الحكم بالظاهر وبالحقيقة الحكم بالباطن وقدنص العلماء علی ان غالب الانبياء عليهم الصلوة والسلام انما بعثوا ليحكموا بالظاهر دون ما اطلعوا عليه من بواطن الامورو حقائقها وبعث الخضر عليه السلام ليحكم بما اطلع عليه من بواطن الامور وحقائقها ولكون الانبياء لم يبعثوا بذلك	**اس باب کی مزید وضاحت:** تحقیق لوگوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی اور اگر وہ غور وفکر کرتے تو مطلب واضح ہو جاتا کہ شریعت سے مراد ظاہری حکم اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے،بے شک علمائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اکثر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام اس لیے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر پر حکم کریں نہ کہ امور باطنیہ اور ان کے حقائق پر جن سے وہ مطلع ہوئے۔اور حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت اس پر ہے کہ وہ اس پر حکم دیں اور جو امور باطنیہ اور اس کے حقائق سے متعلق ہیں اور جس پر ان کو اطلاع و

انکر موسٰی علیہ قتلہ الغلام وقال لہ لقد جئت شیئا نکرا لان ذلك خلاف الشرع فاجابہ بانہ امر بذالك وبعث بہ فقال وما فعلتہ عن امری "(ذلك تاویل) و ھذا معنی قولہ لہ انك علی علم الٰی اخرہ۔	خبر ہے چونکہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی اس کے ساتھ بعثت نہیں ہوئی یہی وجہ ہے کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے اس بچے کے قتل پر اعتراض کیا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور ان سے کہا بے شک تم نے بہت بری بات کی اس لیے کہ قتلِ نفس شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا اس کا جواب حضرت خضر علیہ السلام نے دیا کہ انہیں اسی کا حکم دیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور کہا کہ یہ قتل میں نے اپنے ارادے سے نہیں کیا ہے اور یہی مطلب ان کے اس کہنے کا ہے جو کہ انہوں نے کہا تھا میں اللہ تعالٰی کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں۔ الخ۔
قال الشیخ سراج الدین البلقینی فی شرح البخاری المراد بالعلم التنفیذ والمعنی لاینبغی لك ان تعلمہ لتعمل بہ لان العمل بہ مناف لمقتضی الشرع ولا ینبغی ان اعلمہ فاعمل بمقتضاہ لانہ مناف لمقتضی الحقیقۃ قال فعلی ھذا لایجوز لولی التابع للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ تعالٰی علیہ نے شرح بخاری میں فرمایا کہ علم سے مراد حکم کا نافذ کرنا ہے اور ان کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا علم حاصل کریں تاکہ آپ اس پر حکم نافذ کریں، کیونکہ اس پر عمل کرنا تقاضائے شریعت کے خلاف ہے، اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں اسے حاصل کروں اور اس کے مقتضاء پر عمل کروں کیونکہ یہ بھی مقتضائے حقیقت کے منافی ہے۔ شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا اس قاعدے کے بموجب اس ولی کے لیے جائز نہیں ہے جو نبی کریم صلی اللہ

اذا اطلع حقیقۃ ان ینفذ ذلك بمقتضی الحقیقۃ وانما علیہ ان ینفذ الحکم الظاھر انتھی۔	تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کا تابع ہے کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہو تو وہ بہ مقتضائے حقیقت اس کا نفاذ کرے بے شک اس پر یہی لازم ہے کہ حکم ظاہر کو نافذ کرے۔انتہی۔
وقال الحافظ ابن حجر فی الاصابۃ قال ابو حیان فی تفسیرہ الجمھور علی ان الخضر نبی وکان علمہ معرفۃ بواطن اوحیت الیہ وعلم موسٰی الحکم بالظاھر فاشار الٰی ان المراد فی الحدیث بالعلمین الحکم بالباطن والحکم بالظاھر لا امر اٰخر۔	حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے الاصابہ میں فرمایا کہ ابوحیان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور انکا علم ان امورِ باطنیہ کی معرفت تھی جس کی انہیں وحی کی گئی جب کہ حضرت موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام کا علم ظاہر پر حکم لگانا تھا حدیث میں دو علوم جن کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد ظاہر و باطن پر حکم لگانا ہے،اس کے علاوہ کوئی دوسرا مطلب مراد نہیں ہے۔
وقد قال الشیخ تقی الدین السبکی ان الذی بعث بہ الخضر شریعۃ لہ فالکل شریعۃ واما نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ امر اولًا ان یحکم بالظاھر دون ما اطلع علیہ من الباطن والحقیقۃ کغالب الانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام،ولھذا قال نحن نحکم بالظاھر،وفی لفظ انما اقضی بالظاھر	شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ حکم جس کے ساتھ حضرت خضر علیہ الصلوۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ ان کی شریعت تھی لہٰذا یہ سب شریعت ہے،اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم فرمایا گیا کہ ظاہر پر حکم فرمائیں اور اس باطن و حقیقت پر حکم نہ دیں جس کی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہے جس طرح کہ اکثر انبیاء علیہم السلام کا معمول تھا۔اسی بناء پر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہم تو ظاہر پر حکم دیتے ہیں"۔

والله يتولى السرائر وقال انما اقضى بنحو ما اسمع فمن قضيت له بحق اخر فانما هى قطعة من النار وقال للعباس اما ظاهرك فكان علينا واما سريرتك فالى الله وكان يقبل عذر المتخلفين عن غزوة تبوك ويكل سرائرهم الى الله وقال فى تلك المرأة لو كنت راجما احدا من غير بينة لرجمتها وقال ايضا لولا القرآن لكان لى ولها شان فهذا كله صريح فى انه انما يحكم بظاهر الشرع بالبينة اوالاعتراف دون ما اطلعه الله عليه من بواطن الامور وحقائقها ثم ان الله زاده شرفا واذن له ان يحكم بالباطن وما اطلع	ایک روایت میں اس طرح ہے میں تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہوں باطن حالات کا خدا عزوجل مالک ہے۔ اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں تو اسی پر فیصلہ دیتا ہوں جیسا کہ میں سنتا ہوں، لہٰذا میں نے جس کے لیے دوسرے کے حق کا فیصلہ کر دیا ہے تو وہ یہ جان لے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ اور یہ کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا جہاں تک تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ذمہ ہے لیکن جو تمہاری باطنی حالت ہے وہ اللہ عزوجل کے ذمہ ہے اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم غزوہ تبوک سے رہ جانے والوں کی معذرت قبول فرماتے تھے اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالٰی کے سپرد فرماتے تھے۔ اور یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا۔ اگر میں بغیر دلیل و شہادت کے کسی کو سنگسار کرتا تو ضرور اس عورت کو سنگسار کرتا اور یہ بھی فرمایا کہ اگر قرآن نہ ہوتا تو یقینا میرے لیے اور اس عورت کے لیے کچھ اور ہی معاملہ ہوتا۔ یہ تمام نظائر اور شواہد اس بات کے مظہر ہیں کہ آپ کو دلیل و شہادت یا اعتراف و اقرار کے ساتھ ظاہر شریعت پر فیصلہ دینے کا حکم ہوا نہ کہ اس پر جو باطنی امور پر اللہ عزوجل نے آپ کو مطلع فرمایا

علیہ من حقائق الامور فجمع لہ بین ماکان للانبیاء و ماکان للخضر خصوصیۃ خصہ اللہ بھا ولم یجمع الامر ان لغیرہ،وقد قال القرطبی فی تفسیرہ اجمع العلماء عن بکرۃ ابیھم ان لیس لاحد ان یقتل بعلمہ الا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وشاھد ذٰلک حدیث المصلیّ والسارق الذین امر بقتلھما فانہ اطلع علی باطن امرھما وعلم منھما مایوجب القتل۔	اور اس کے حقائق آپ پر واضح فرمائے۔اس کے بعد اللہ عزوجل نے آپ کے شرف کو اور زیادہ فرمایا اور آپ کو اجازت فرمائی کہ آپ باطن پر حکم لگائیں اور جن امور کی حقیقتوں کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے اس پر فیصلہ فرمائیں تو اس طرح آپ ان تمام معمولات کے جو انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے تھے اور اس خصوصیت کے ساتھ جو حضرت خضر علیہ السلام کے لیے اللہ عزوجل نے خاص فرمائے جامع تھے اور یہ امر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی میں جمع نہیں کیا گیا۔اور امام قرطبی علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں فرمایا علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے علم کے ساتھ کسی کے قتل کا حکم دے سوائے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے۔اس کی شاہد اس نمازی اور چور والی حدیث ہے جن کے قتل کرنے کا حکم حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے دیا تھا کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان دونوں کے باطنی حالات پر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرمادیا تھا اور ان دونوں کے بارے میں آپ کو علم ہوگیا تھا کہ واجب القتل ہیں۔اگرچہ ان کا قتل کچھ عرصہ بعد واقع ہوا۔)
ولوتفطن الذین لم یفھموا الی استشھادی بھذین الحدیثین فی اخر الباب	(امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں)کاش کہ یہ علماء اعلام اس بات کو سمجھ سکتے جس کو انھوں نے نہیں سمجھا جس کی طرف میں نے آخر باب میں ان

لعرفوا ان المراد الحکم بالظاھر والباطن فقط لاشیئ اخر لایقولہ مسلم ولا کافر ولا مجانین المارستان، وقد ذکر بعض السلف ان الخضر الی الاٰن ینفذ الحقیقۃ وان الذین یموتون فجاۤ ءۃً ھوالذین یقتلھم فان صح ذلك فھو فی ھذہ الامۃ بطریق النیابۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ صار من اتباعہ کما ان عیسٰی علیہ السلام لما ینزل یحکم بشریعۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیابۃ عنہ ویصیر من اتباعہ وامتہ[43]۔	دونوں حدیثوں کے ساتھ استشہاد کیا ہے۔ اگر وہ یہ بات سمجھ جاتے تو یقیناً جان لیتے کہ مراد فقط ظاہر اور باطن کے ساتھ حکم فرمانا ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں، اس کے سوا اور کوئی بات نہ مسلمان کہہ سکتا ہے اور نہ کافر اور نہ مجنون و پاگل بعض اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ الصلوۃ و السلام اب تک حقیقت کو نافذ کرتی ہیں، اور وہ لوگ جو اچانک مرجاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو انہوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کا یہ عمل اس اُمت میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کیطرف سے بطورِ نیابت ہوگا اور وہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے متبعین میں سے ہوں گے جس طرح کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے ساتھ آپ کی نیابت میں حکم دیں گے وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے متبعین اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں سے ہوں گے۔ اھ (ت)

اس کلامِ نفیس سے ثابت کہ عامہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اذن ہوتا ہے، اور سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کا حکم ہے، ولہٰذا انہوں نے ناسمجھ بچہ کو بے کسی جرم ظاہر کے قتل کردیا اور یہ کہ اب جو ناگھانی موت سے مرجاتے ہیں انہیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں، اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر شرع

[43] الخصائص الکبرٰی باب ومن خصائصہ انہ جمع بین القبلتین الخ مرکز اہلسنت برکار ضا گجرات ہند ۲/ ۱۹۲،۱۹۱

اور اپنے علومِ غیب دونوں پر عمل و حکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے۔اور امام قرطبی نے اجماعِ علماء نقل فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرمادیں اگرچہ گواہ شاید کچھ نہ ہو،اور حضور کے سوا دوسرے کو یہ اختیار نہیں، تو اگر اس نماز والے یا اس چور یا اس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرمائیں تو یقیناً وہ حضور کے علومِ غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ ان کا نافی۔ کیوں وہابیو! اب تو اپنی اوندھی مَت پر مطلع ہوئے۔ **فانی تؤفکون** (تو کہا اوندھے جاتے ہو۔ت) مسلمانو! وہابیہ کے مطلب پر بھی غور کیا، حکم کے دو ہی منبے ہوئے، یا ظاہر شرع یا باطنی علومِ غیب،ظاہر ہے کہ یہاں ظاہر کی رُو سے تو اصلاً حکم رجم کی گنجائش نہ تھی،نہ ملزم کا اقرار نہ اصلاً کوئی گناہ، صرف مدعی کا غلط دعوی سن کر قتل کا حکم فرمادیں۔ نبی کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے۔آج کل کا کوئی عالم نہ عالم کوئی جاہل حاکم ہی ایسا کر بیٹھے تو ہر عاقل اسے یا سخت جاہل یا پکا ظالم کہے تو حدیث صحیح مان کر راہ نہ تھی مگر اسی طرف کہ حضور نے بربنائے تہمت ہرگز یہ حکم نہ دیا بلکہ بزعمِ خود اسی کے ابطال کو یہ حدیث لائے ہیں، تو اب سمجھ لیجئے کہ ان کا مطلب کیا ہوا اور انہوں نے تمہارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کیسا بھاری الزام قائم کیا۔ کیوں نہ ہو عداوت کا یہی مقتضیٰ ہے۔

"قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾"[44] "وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۱﴾"[45] "رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾"[46] وصلی اللہ تعالٰی علیہ سیدنا و مولانا	بیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سُنادیں اگر تمہیں عقل ہو۔اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔اے میرے رب تیری پناہ شیطانوں کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔اور اللہ درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولیٰ

[44] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[45] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[46] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۷و۹۸

محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین واٰخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلم مجدہ اتم واحکم	محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ اور ہماری دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیوں سراہا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا، اور اللہ سبحنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے، اور اس کا علم اتم و احاکم ہے۔(ت)

رسالہ ازاحة العیب بسیف الغیب ختم ہوا۔